کفار وغیر مسلمین سے تشبہ (مشابہت) کے احکام

حافظ عبدالحفیظ

شریعت اسلامیہ میں تشبہ بالکفار کا مسئلہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے لہٰذا شریعت نے اس کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے اسے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے حتی کہ اس کی تمام جزئیات اور فردعات کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اتنی جامعیت کے ساتھ اسے بیان کیا ہے کہ اس کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں رہا۔ مسئلہ تشبہ پر سب سے پہلے آٹھویں صدی ہجری میں حافظ ابن تیمیہؒ حرانی متوفی ۷۲۸ھ نے اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مسئلہ تشبہ کے تمام پہلوؤں پر کتاب وسنت کی روشنی میں مکمل بحث فرمائی اور اس میں انہوں نے واضح کیا کہ شریعت اسلامیہ نے دینی ودنیوی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں چھوڑا جس میں اس نے مسلمانوں کو کفر وشرک کی نجاست اور ادیان باطلہ کی ظلمت وتاریکی کی مشابہت سے حفاظت کا حکم نہ دیا ہو۔

تشبہ کی تعریف:

''اپنی حقیقت اور اپنی صورت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت اور اس کی صورت اور اس کے وجود میں مدغم ہو جانا۔ یا اپنی ہستی کو دوسرے کی ہستی میں فنا کر دینا۔ یا اپنی ہیئت اور وضع کو تبدیل کر کے دوسری قوم کی ہیئت یا وضع کو اختیار کر لینا۔ یا اپنی شان امتیازی کو چھوڑ کر دوسری قوم کی شان امتیازی کو اختیار کر لینا۔ یا اپنی اور اپنوں کی صورت وسیرت کو چھوڑ کر غیروں اور پرائیوں کی صورت اور سیرت کو اپنا لینے کا نام تشبہ ہے۔

تشبہ بالاغیار کی حقیقت عقلی حیثیت سے:

دنیا کے نظامہائے حکومت میں مختلف محکموں اور شعبوں کے لیے ایک یونیفارم مقرر ہوتا ہے مثلاً پولیس کا یونیفارم اور وردی اور ہے، فوج کا یونیفارم اور اس کی وردی اور ہے پھر بری اور بحری فوج کی وردیوں میں بھی فرق ہے، ڈاک خانے کے ملازم اور ریلوے کے ملازم کی وردی بالکل مختلف اور جدا ہے اسی طرح تمام شعبوں اور محکموں کی وردیاں ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہوتی ہیں۔ اور ڈیوٹی کی ادائیگی

کے لیے اگر کوئی شخص وردی کے بغیر چلا آئے تو وہ قانون کی رو سے مجرم شمار کیا جاتا اور مستوجب سزا ہوتا ہے۔ اسی طرح اقوام میں بھی یہ بات آپ کو ملے گی کہ ہر قوم وملت کا ایک خاص نشان، ایک علامت اور ایک شعار ہوتا ہے ان کے جھنڈے، ان کے یونیفارم علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں تا کہ ہر خاص وعام کے لیے ان کی شناخت آسان ہو جائے اور واقف کار شخص ہر ایک ملک وسلطنت کے سپاہی اور فوجیوں میں آسانی سے تمیز کر سکے اور اسی سے جنگی میدانوں میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر قوم اپنے ان شعائر وخاص نشانات وعلامات کے تحفظ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے کسی ملک کے جھنڈے کو آپ گرادیجئے یا اس کی توہین کر دیجئے یا کہیں نصب شدہ جھنڈے کو اکھاڑ دیجئے تو دیکھئے آپ کو کتنے سنگین مقدمات میں ملوث کر دیا جائے گا اور غدار ملک وقوم کے خطاب سے نوازا جائے گا۔ الغرض یہ طریقہ امتیاز زندگی کے مختلف شعبوں اور اقوام وملل میں ہمیشہ سے رائج ہے اور ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔

اپنے شعائر کا تحفظ نہ کرنے والی قومیں مٹ جایا کرتی ہیں:

اسی برصغیر پاک وہند میں دیکھئے کہ یہاں مسلمانوں سے پہلے دنیا کی مختلف قومیں آ کر آباد ہوئیں اور چونکہ انہوں نے اپنے اپنے شعار کا تحفظ نہیں کیا اس لیے وہ ہندومت میں ایسی جذب ہوئیں کہ آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا اور کوئی بھی قوم وملت بحیثیت قوم وملت کے آج ممیز وممتاز نہیں اس لیے کہ انہوں نے اکثریت کے یونیفارم کو قبول کر لیا۔ ہندوانہ رسم ورواج کو اپنا کر اپنی قومی حیثیت کو مٹا ڈالا اس لیے زندہ قوموں میں ان کا شمار نہیں آج بجز تاریخی صفحات کے ان کا نشان کرۂ ارض پر نہیں بخلاف مسلمانوں کے کہ انہوں نے اپنے یونیفارم اور اپنی وردی اور اپنے امتیازات کو باقی رکھا اس لیے ان کا شمار آج بھی ہندوستان کی زندہ قوموں میں ہوتا ہے مسلمانوں نے نہ صرف اپنے یونیفارم کو محفوظ کیا بلکہ تہذیب وکلچر، رسم ورواج زبان وعمارت حتیٰ کہ اپنے مردوں اور عورتوں کے ناموں تک کو تحفظ فراہم کیا اسی لیے ان کی ایک مستقل حیثیت ہندوستان میں قائم ہے۔

تشبہ کی حقیقت حسی حیثیت سے:

کائنات کی ہر چیز کی مخصوص شکل ہے جس کے ذریعہ سے وہ پہچانی جاتی ہے جو چیز بھی پردۂ دنیا پر آتی ہے وہ اپنی شکل وصورت اور رنگ وروپ ساتھ لاتی ہے تا کہ اسے اپنا وجود منوانے اور ممتاز ہو کر

نمایاں ہونے میں کسی قسم کا التباس سد راہ نہ ہو خدائے حکیم وقدیر کی بے پایاں حکمت اور فیاض قدرت نے ہر حقیقت کو اس کے مناسب پیرایہ اور ہر باطن کو اس کے شایان شان ظاہر بخشا ہے۔

پس دنیا کی ہر مستور حقیقت جب ظہور کرتی ہے تو اپنی ہی شکل میں آتی ہے اور کائنات کا ہر مکنون راز جب پردۂ انکشاف پر آتا ہے تو اس شکل میں جو اسے بدء فطرت سے دی گئی ہے ۔(مثلاً) حیوانات کی تمام نوعیں، انسان، شیر، گھوڑا، گدھا وغیرہ پھر نباتات کی تمام قسمیں، درخت، گھاس ، جڑی بوٹی، بیل وغیرہ سب ہی وہ اشیاء ہیں کہ فطرۃ اپنی اپنی صورتیں ساتھ لائی ہیں اور انہیں صورتوں کی بدولت دنیا میں ان کا امتیاز یا وجود قائم ہے...... اگر زید عمر سے الگ دکھائی دیتا ہے، یا ایک مکان دوسرے مکان سے علیحدہ نظر آتا ہے، یا ایک کپڑا دوسرے کپڑے سے ممتاز معلوم ہوتا ہے تو وہ یقیناً انہی خصوصیات ہیئیہ کے سبب ہے جو ان میں مشترک نہیں بلکہ آپس میں جداگانہ اور ممتاز ہیں، یعنی ایک مکان کا جو مخصوص نقشہ ہم اپنے ذہن میں اتارتے ہیں وہ دوسرے کو میسر نہیں اس لیے یہ مکان اس مکان سے الگ ہے یا کپڑوں کی شناخت کیوقت ہم سوت کی رقت وغلظت کپڑے کا چکنا اور کرخت ہونا دیکھ کر ہی ایک کپڑے سے دوسرے کپڑے کا فرق محسوس کرتے ہیں۔اسی طرح جبکہ ہم زید کے مخصوص چہرے اور قد وقامت کی مخصوص صفات واعراض دیکھتے ہیں جو عمر کے لیے نہیں ہیں تو یہی زید کا امتیاز ہے جو اس کو عمر سے الگ اور جدا ثابت کر دیتا ہے ان اعیان کو چھوڑ کر اب اعراض میں آؤ تو یہی صورتوں کا اختلاف وہاں بھی چھپا ہوا ہے جس نے ہر ایک کو امتیاز اور خودی وہستی کی دولت دے رکھی ہے، نور کی شکل اور ہے اور ظلمت کی اور دن کی حقیقت جب ظہور کرتی ہے تو اپنی ہی نورانی شکل پر اور رات جب ظاہر ہوتی ہے تو اپنی ہی تاریک اور بھیانک شکل پر الوان کو دیکھو تو سیاہ رنگ کی وہ شکل نہیں جو سرخ کی ہے اور سرخ کی وہ نہیں جو سبز وسیاہ کی ہے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے صوری امتیازات کو لئے ہوئے اپنے وجود کی نمائش کر رہا ہے۔

پھر نہ صرف کائنات کی جزئیات کا جزئیات بن کر رہنا ہی ان امتیازات کا رہین منت ہے بلکہ عالم کی کلیات اور مجموعے بھی باہمی فصل وتمیز میں انہی مخصوص اشکال واعراض کے دست نگر ہیں۔ایک جنس دوسری جنس سے، ایک نوع دوسری نوع سے اور ایک صنف دوسری صنف سے محض انہی خصائص کی بدولت اپنے مستقل وجود کو تھامے ہوئے ہے مثلاً جمادات کے نوعی دائرہ میں جب ہم پتھروں کی تلاش میں نکلتے ہیں تو کبھی پتھر کے دھوکے میں ریت اور لکڑی نہیں اٹھالاتے کیونکہ پتھر کی ایک قدرتی شکل متعین ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔اسی لیے نہ پتھر کو اینٹ کہہ سکتے ہیں، نہ اینٹ کو پتھر۔نباتات کو لو تو آم دیکھ

بہتر آن باشد کہ سرِّ دلبران ☆ گفتہ آید در حدیث دیگران

کہ ہمیں کبھی سیب و انار کا دھوکہ نہیں ہوتا کہ ان کی صورتیں ممتاز ہیں..........

ان چند سطور سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ اگر اس مادی عالم کو اسی امتیاز شکن التباس میں بے ہئیۃ چھوڑ دیا جائے اور اس کے اجزاء میں ایسی تلبیس راہ پا جائے کہ جس کے ذریعہ موجودات میں کوئی تفریق و امتیاز باقی نہ رہے تو یقیناً عالم بے معنی اور لغو ثابت ہو جاتا ہے اور خدا کی بے مثال صناعی اور قدرت پر ایک بڑا دھبہ بھی آ جاتا ہے لیکن اگر اس التباس کی بجائے وہی امتیاز قائم رہے جو ہے اور جس کی وجہ سے عالم کی ہر چیز آج اپنی حد میں پہچانی جارہی ہے تو یقیناً عالم کی تخلیق بے شمار حکمتوں کا نتیجہ اور خدا کی قدرت کاملہ کا ایک بے مثال نمونہ ثابت ہوگی۔(۱) اس تمام تفصیل کا مقصد صرف یہ بیان کرنا ہے کہ ہر چیز کی ایک مخصوص شکل وصورت ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے اور وہی اس کی شناخت کا ذریعہ ہے اور اگر وہ شئی اپنی اس مخصوص شکل وصورت کو چھوڑ کر دوسری شکل وصورت اپنالے تو وہ چیز کالعدم ہو جاتی ہے یا پھر وہ ناقابل شناخت ہو جاتی ہے۔اسی طرح اسلام نے اپنے ماننے والوں کو عبادات و معاملات میں معاشرت و رہن سہن میں ایک مخصوص شکل وصورت وضع قطع اور ایک خاص ہئیت دی ہے۔

اب اگر ایک مسلمان اپنی مخصوص شکل وصورت کو چھوڑ کر کافروں، بے دینوں، منافقوں، مشرکوں، اور یہود ونصاری کے طور طریقوں کو اپنائے گا یا کسی بھی غیر مسلم کی شکل وصورت بنائے گا یا ان کی سی وضع قطع اختیار کرلے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا اسی لیے اللہ تعالی نے قرآن میں مسلمانوں کو کافروں کی اتباع نہ کرنے بلکہ ہر معاملے میں ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے کہ کہیں یہ بھی انہی میں سے نہ ہو جائیں۔

تشبہ بالکفار کی ممانعت قرآن پاک سے:

قرآن پاک میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:(۱)

یاایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا.

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب آقائے دو عالم ﷺ کی مجلس مبارکہ میں صحابہ کرام ؓ آپ کی کوئی بات سمجھ نہ پاتے تو صحابہ راعنا فرماتے جس کا مطلب ہے کہ یارسول اللہ ﷺ ہماری رعائت فرمائیے اور مسئلہ دوبارہ سمجھا دیجئے منافقین اور کافرین نے اس کا دوسرے معنی مراد لینا شروع کردیے وہ

یوں کرتے کہ لفظ راعنا میں ع کو دراز کردیتے جس سے مفہوم بالکل بدل جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اس لفظ کے استعمال سے ہی منع فرمادیا اگرچہ صحابہ کی نیت بالکل صاف اور واضح تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار سے مشابہت کی وجہ سے لفظ کو استعمال کرنے سے ہی منع فرمادیا۔

۱۔ شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

ھذہ الکلمة نھی المسلمون عن قولھا: لان الیھود کانوا یقولونھا، وان کانت من الیھود قبیحة ومن المسلمین لم تکن قبیحة لما کانت مشابھتھم فیھا من مشابھة الکفار۔

ترجمہ: مسلمانوں کو یہ کلمہ کہنے سے روکدیا گیا کیونکہ یہود اس کلمہ کو کہا کرتے تھے اگرچہ یہود کی نیت اس کلمہ کو کہنے میں بری تھی اور مسلمانوں کی نیت بری نہ تھی (لیکن) چونکہ اس میں مسلمانوں کی کفار سے مشابہت تھی اس لیے مسلمانوں کو یہ کلمہ کہنے سے ہی روک دیا گیا۔

مفسر شہیر علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فیہ دلالة علی النھی الشدید والتھدید والوعید علی التشبہ بالکفار فی اقوالھم وافعالھم ولباسھم واعیادھم وعباداتھم وغیر ذلک من امورھم التی لم تشرع لنا.

(تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۸ ج اول طبع لاہور)

ترجمہ: پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفار کے اقوال وافعال، ان کے لباس، ان کی عید اور عبادات وغیرہ میں ان کی مشابہت کرنا جو ہمارے لیے مشروع اور مقرر نہیں سخت منع ہے اور اس پر شریعت میں عذاب کی دھمکی اور سخت وعید ہے۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر کفار و مشرکین کی اتباع اور پیروی سے منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۲۔ **یاایھاالذین امنوا لا تکونوا کالذین کفروا۔**

ترجمہ: اے ایمان والوان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو کفر اختیار کر چکے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

۳۔ لا تتبعوا اهوآء قوم قد ضلوا

ترجمہ: گمراہ قوم کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۴۔ یاایها الذین امنوا لا تکونو کالذین آذو موسی

ترجمہ: اے ایمان والوان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دی۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۵۔ ولا تتبع اهواء الذین کذبوا بآیاتنا والذین لا یومنون بالآخرة.

ترجمہ: ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

۶۔ ولا ترکنو آالی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

ترجمہ: ظالموں (یعنی نافرمانوں) کی طرف (باعتبار دوستی یا شرکت اعمال واحوال کے) مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اہل کتاب اور دیگر کافروں کے مثل ہو جانے ان کی موافقت اور اتباع کرنے سے روکا ہے اور اس ممانعت کی علت بھی تشبہ ومماثلت ہے اس لیے کہ مطلقاً کفر سے روکنا تو ان الفاظ میں بھی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرما دیتے کہ کافر مت بنو، یا کفر اختیار نہ کرو لیکن چونکہ کافر ہونے یا بننے اور کافروں سے مشابہت اختیار کرنے، انکی سی شکل وصورت بنانے اور ان کی وضع قطع اختیار کرنے میں فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علانیہ کفر اختیار کرنے والے سے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کو اتنا نقصان نہیں پہنچ سکتا جتنا اس مسلم سے جو اسلام کا مدعی بھی ہو اور پھر کافروں کے طور طریقوں کو بھی اپنائے ہوئے ہو کیونکہ پہلی صورت میں اسلام اور کفر الگ الگ، ممتاز اور جدا رہتے ہیں جبکہ دوسری صورت میں اسلام اور کفر خلط ملط ہو جاتے ہیں بلکہ دونوں اپنی حقیقت کے اعتبار سے معدوم نظر آنے لگتے ہیں اسی لیے آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسلام وکفر، حق وباطل اور نور وظلمت کو باہم خلط کرنے سے روکا ہے تا کہ دونوں کی حقیقتیں جدا جدا رہیں۔

تشبہ اور احادیث نبوی ﷺ:

قرآنی آیات کے بعد مسئلہ تشبہ کی حیثیت اور اس کی اہمیت اور اس کی ضرورت کو جناب

رسالت مآب حضور اقدس ﷺ کی احادیث طیبہ میں دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ رحمت عالم ﷺ نے امت مسلمہ کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا، اور کفار بالخصوص یہود ونصاری کے طور طریقوں، وضع قطع اور ان کی شکل وصورت، ان کے رسوم ورواج کو اپنا لینے کی خبر مسلمانوں کو پہلے ہی دے دی تا کہ مسلمان اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر ذراعا بذراع حتى لو دخلوا حجر ضب تبعتموهم قيل يا رسول الله اليهود والنصارى قال فمن۔(۱)

ترجمہ: ''تم ضرور بہ ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے (اور تمہارے اعمال ان لوگوں کے اعمال کے اس طرح مطابق ہوجائیں گے جس طرح) ایک بالشت دوسری بالشت کے اور ایک گز دوسرے گز کے مطابق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہیں تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ (پہلے لوگوں سے مراد) کیا یہود ونصاری ہیں آپ نے ارشاد فرمایا تو اور کون؟''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشبہ کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اگر اس پر اجتماعی طور پر توجہ نہ کی جائے تو آہستہ آہستہ امت کے تمام اعمال یہود ونصاری کے اعمال کے مطابق ہوجائیں گے۔ اور دشمنان اسلام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے اور اب بھی ہے کہ مسلمانوں کے تہذیب وتمدن کو غیر اسلامی تہذیب وتمدن میں بدل دیا جائے رحمت عالم ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں یہود ونصاری اور کفار وفجار کی ممانعت کو ہمیشہ مدنظر رکھا اور صحابہ کے اعمال کی ہمیشہ نگرانی کی اور جہاں کہیں بھی یہود ونصای اور کفار سے مشابہت پائی گئی تو رحمت عالم ﷺ نے خود بھی ان کی مخالفت کی اور صحابہ کرامؓ کو ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا۔ یہود عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے جب رحمت عالم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں تو ان سے عاشورہ کے روزہ کے متعلق دریافت کیا تو یہود نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالی نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون کو غرق آب کیا تھا تو ہم شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں تو رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا **نحن احق واولى بموسى منكم** تو آپ نے بھی روزہ رکھنا شروع کر دیا اور صحابہ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اس سلسلہ میں حضرت ابن

عباسؓ سے مروی ہے:

حین صام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عاشوراء وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیھود والنصاری فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لا صومن التاسع۔

ترجمہ: جب رسول اللہﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم بھی دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس دن کی تعظیم تو یہود ونصاری کرتے ہیں تو آپ نے ارشادفرمایا''اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں کا روزہ بھی رکھوں گا۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لعل السبب فی صوم التاسع مع العاشر ان لا یتشبہ بالیھود فی افراد العاشر وفی الحدیث اشارۃ الی ھذا۔

ترجمہ: دسویں کے ساتھ نویں کا روزہ رکھنے کا سبب شاید یہ ہے کہ یہود کے ساتھ صرف عاشورہ کا روزہ رکھنے میں مشابہت نہ ہوجائے اور حدیث میں اس کا اشارہ بھی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں جسے سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔خود رحمت عالمﷺ نے نویں محرم کے روزے کی علت یہود کی مخالفت کوقرار دیا۔آپ نے ارشادفرمایا:

صوموا یوم عاشوراء وخالفوا فیہ الیھود صوموا یوما قبلہ او یوما بعدہ۔

ترجمہ: عاشورہ کا روزہ رکھواوراس میں یہود کی مخالفت کرو(اس طرح کہ)اس سے پہلے ایک دن روزہ رکھو یا ایک دن بعد۔

۲۔ رحمت عالمﷺ جب کسی جنازہ کے ساتھ جاتے تو مردہ کو قبر میں اتارتے تک آپ کھڑے رہتے لیکن ایک یہودی عالم نے بتایا کہ ہم بھی اس طرح کرتے ہیں تو آپ نے ارشادفرمایا کہ یہود کی مخالف کرو۔

عن عبادۃ ابن الصامتؓ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذاتبع جنازۃ لم یقعد حتی توضع فی اللحد فعرض لہ حبر من الیھود فقال لہ انا ھکذا نصنع یا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال

فجلس رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال خالفوه .

ترجمہ: ''عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تو آپ مردہ کو لحد میں اتارے جانے تک تشریف نہ رکھتے تھے ایک بار ایک یہودی عالم نے کہا یا محمد ﷺ اس طرح تو ہم کرتے ہیں ،تو راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فورا تشریف فرما ہوگئے اور آپ نے ارشاد فرمایا یہود کی مخالفت کرو۔

حضور اقدس ﷺ نے ہر موقع پر اور تقریبا ہر عمل میں یہود ونصاری کی مخالفت کا حکم دیا ہے اور یہ حکم صرف مسلمانوں کے قلوب میں یہود ونصاری اور کفار کی مخالفت راسخ کرنے کے لیے تھا کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو اولا مسلمانوں کے قلوب میں کفار سے تعلق کا نرم گوشہ پیدا ہوگا اور بعد ازاں آہستہ آہستہ ان کی محبت دلوں میں آئے گی جو کہ، ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے شیخ ابن تیمیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پوری شریعت کا مقصود ہی یہود ونصاری اور کفار کی مخالفت ہے اور اس کو انہوں نے بہت سی احادیث سے ثابت بھی کیا ہے۔

۳۔ **عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خالفوا المشرکین او فروا للحی واحفو الشو ارب۔**

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔

۴۔ **عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم۔**

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہوگا۔

انسانی زندگی کے لیے لباس ایک فطری ضرورت ہے جس کے بغیر انسان کے لیے زندگی گزارنا تقریباً ناممکن ہے چونکہ لباس انسان کے اندرونی جذبات وخواہشات اور ذہنیتوں پر اثر انداز ہوتا ہے اس لیے شریعت نے مسلمان کو لباس میں آزاد نہیں چھوڑا بلکہ لباس کے استعمال میں بھی اسے پابند کیا کہ وہ ایسا لباس ہرگز استعمال نہ کریں جس میں کفار وفجار، یہود ونصاری کی مشابہت لازم آتی ہو، چنانچہ حضور اقدس

ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا جس میں کفار سے مشابہت پائی جاتی تھی۔

۶۔ **عن عبدالله بن عمرو بن العاصؓ قال رای رسول الله صلى الله عليه وسلم علی ثوبين معصفرين فقال ان هذه من ثياب الكفار لا تلبسها. وفي رواية قلت اغسلها قال بل احرقهما.**

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے دیکھے۔ فرمایا یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہیں انہیں مت پہنو دوسری روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا انہیں دھو ڈالوں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ جلادو۔

جبکہ آج ہم اس مقام تک گر گئے ہیں کہ کفار کے استعمال شدہ کپڑے استعمال کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا اپنے صحابی کو کپڑا جلا دینے کا حکم فرمانا اسی شدت کے اظہار کے لیے ہے جو ایک مسلمان کے لیے ارباب کفر اور ان کی نسبتوں کے مقابلہ میں شایان شان ہے اگر چہ دھل جانے اور رنگ اتر جانے کے بعد ممانعت کی علت ختم ہو جاتی ہے لیکن یہاں تو قلب سے اس مادہ کا استیصال منظور ہے جو کبھی کسی وقت ایسی نسبتوں کو حقیر اور غیر مؤثر سمجھنے کے لیے ذریعہ بن سکتا تھا۔

۷۔ **عن بريدة ان رجلا جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من تشبه فقال له مالي اجد منك ريح الاصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال مالي ارای عليك حلية اهل النار فطرحه فقال يا رسول الله من ای شي ء اتخذه قال من ورق ولا تتمه مثقال.**

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے آیا تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تم سے بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں تو اس نے وہ انگوٹھی اتار پھینکی پھر وہ حاضر خدمت ہوا تو اس کے ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی تھی آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ کہ میں تم پر

جھنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں اس نے وہ بھی اتار پھینکی اور عرض کیا یارسول اللہ آخر کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپ نے فرمایا چاندی کی (اور وزن میں) وہ مثقال سے کم ہی ہو۔

اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد طیب لکھتے ہیں: ''یہاں زیورات اور سامانِ تجمل کی تہذیب اور تزئین شرعی پر روشنی پڑتی ہے جو زیور کی اقسام میں سے ہوں، عورتوں کے لیے تمام وہ زیورات ممنوع ہوں گے جن سے کوئی مخصوص تشبہ پیدا ہوتا ہو۔ مثلاً گلے میں سونے یا چاندی کی زنجیر باندھ کر لٹکانا کہ یہ ہندوؤں کا شعار ہے یا کمر میں بدھی پہننا کہ عموماً مشرک عورتیں اسے مخصوص طریق پر استعمال کرتی ہیں یا مردوں کے لیے گھڑی وغیرہ کی ایسی زنجیریں اور چینیں استعمال کرنا جو زیور کے مشابہ ہوں اور مردوں میں عورتوں کی شباہت پیدا کردیں.........ممنوع قرار دی جائیں گی۔

تشبہ اور دورِ فاروقی:

رحمت عالم ﷺ کے بعد حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوگیا اور اس زمانہ کی دونوں سپر طاقتیں شام وروم مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے سامنے نہ ٹھہر سکیں ان کے تختے الٹ دیے گئے اور اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع ہوگئیں اسلامی پرچم وسیع دنیا پر لہرانے لگا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے مدبر کو فکر دامنگیر ہوئی کہ عجمیوں کے اختلاط سے اسلامی امتیازات وخصوصیات میں کہیں کوئی فرق نہ آجائے اس لیے انہوں نے فوراً اس کی طرف توجہ کی اور مختلف خطوط وفرامین کے ذریعہ مسلمانوں کو تاکید کی کہ غیر مسلموں کے تشبہ سے پرہیز کریں اور ان جیسی ہیئت اور لباس، وضع وقطع شکل وصورت اختیار نہ کریں اور اپنے قومی لباس اور شعائر کا تحفظ کریں اور ان پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔ دوسری طرف سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غیر مسلم عجمیوں کو بھی متنبہ کیا کہ وہ اپنی خصوصیات وامتیازات میں نمایاں رہیں مسلمانوں کے لباس ان کی وضع قطع کو نہ اپنائیں تاکہ دونوں میں فرق رہے۔ فاروق اعظمؓ نے مسلمانوں کو تشبہ بالکفار کے سلسلہ میں جو احکامات جاری فرمائے ہیں ہم ذیل میں انہیں درج کرتے ہیں۔

فاروق اعظمؓ نے بالکل معمولی چیزوں میں بھی مسلمانوں کو تشبہ بالکفار سے بچانے کے احکامات فرمائے ان میں سے ایک فرمان جو آذربائیجان کی عرب رعایا کی طرف بھیجا گیا وہ یہ ہے:

☆ اگر زباغ رعیت ملک خورد سیبی ...... برآورند غلامان اودرخت ازبیخ ☆

اما بعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا وادموا بالخفاف والقوا السراويلات عليكم بلباس ابيكم اسمعيل ،وايا كم والتنعم وزی العجم

ترجمہ: ''امابعد اے لوگو ازار اور چادر استعمال کرو، چپل پہنو۔ خفاف ترک کرو اور پاجاموں کے پابند مت بنو اپنے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کا لباس اپنے لیے ضروری سمجھو اور خبردار تنعم اور عجمیوں کی مشابہت اختیار نہ کرنا''۔

گویا ''لباس'' معاشرت اور تمام شعبہائے زندگی میں اپنی سابقہ روش پر پختہ رہنے کی ہدایت دینے سے غرض وہی قومی امتیاز قائم کرنا اور تشبہ والتباس کا مٹانا ہے۔ یہ کلمات بتلا رہے ہیں کہ یہ جزئی حدبندی صحابہ میں کس قدر اہتمام سے رائج تھی جو آج تنگ نظری پر محمول کی جارہی ہے۔ اس ذہنیت کے انقلاب کا کیا ٹھکانا ہے کہ آج یہ تحفظ حدود قومی رواداریوں کے خلاف ایک تنگ نظری سمجھی گئی ہے اور کل تک یہی چیز اسلام اور مسلمانوں کے نشو ونما کی اصل ضمانت دار تھی۔ تاریخ کے صفحات اٹھا کر دیکھ لو کہ ان جزئیات کے ذریعہ جس قوت سے قدما (اسلاف) تقلید مسلک۔ تحدید مشرب اور تقید خیالات وافکار پر عامل رہے اسی قدر سطوت وجلال کی روشنی ان کے اس تنگ مطلع سے ابھرتی رہی اور ماضی کو چھوڑ کر اب حال کو بھی دیکھ لو کہ آج اس اصطلاحی رواداری، روشن خیالی فراخ دلی اور وسیع المشربی کا دائرہ جس قدر وسیع ہوتا جارہا ہے اسی قدر قومی عزت اسلامی شوکت اور مسلمانوں کے حقیقی رعب ووقار کا دائرہ سمٹتا بھی جارہا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جہاں مسلمانوں کو اپنی اسلامی خصوصیات اور مذہبی امتیازات کو باقی رکھنے، عجمیوں اور غیر مسلموں سے مشابہت نہ رکھنے کی تاکید کی وہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان غیر مسلم عجمیوں کو بھی آرڈر جاری کئے کہ وہ مسلمانوں کی وضع قطع ان کی شکل وصورت اور ہیئت اختیار نہیں کریں گے چنانچہ وہ فرمان جو نصارائے شام کے عہد اور اقرار کے بعد بطور شرائط تمام قلمرو خلافت میں جاری کیا گیا اور جن شرائط پر نصارائے شام کو جان ومال اور اہل وعیال کا امان دیا گیا تھا وہ یہ ہے۔

ان نوقر المسلمين ونقوم من مجا لسنا ان ارادو الجلوس ولا نتشبه بهم في شئي من ملابسهم بكلا مهم ولا نكتني بكنا هم

ولا نركب السروج ولا نتقلد السيوف ولا نتخذ شيئا من السلاح ولا نحمله ولا ننقش خواتيمنا بالعربية ولا نبيع الخمور وان نجز مقاوم رؤسنا وان نلزم زينا حيثما كنا وان نشد الزنانير على اوساطنا وان لا نظهر الصليب على كنائسنا ولا نظهر صليبا ولا كتبا في شئى من طرق المسلمين ولا اسواقهم ولا نضرب بنواقيسنا في كنائسنا الا ضربا خفيفا ولا نرفع اصواتنا مع موتانا ولا نظهر النيران معهم في شئى من طرق المسلمين۔

ترجمہ: ہم مسلمانوں کی توقیر کریں گے، اگر وہ بیٹھنے کا اردہ کریں گے تو ہم اپنی مجالس سے کھڑے ہو جائیں گے ہم ان کے ساتھ کسی بھی شئی میں مشابہت اور لباس میں تشبہ نہ کریں گے۔ٹوپی ہو یا عمامہ، جوتے ہوں یا سر کی مانگ، ہم ان کا سا کلام نہ کریں گے ہم ان کی سی کنیتیں نہ رکھیں گے، ہم زین پر گھوڑے کی سواری نہ کریں گے، تلوار نہ لٹکائیں گے، کوئی ہتھیار نہ کریں گے ہم طرہ (سر کے اگلے حصہ کے وہ بال جو بطور فخر وزینت رکھے جاتے ہیں) کٹوا دیں گے، ہم جہاں بھی رہیں گے اپنی ہی وضع پر رہیں گے، ہم اپنی کمروں پر زنار باندھیں گے، گرجوں پر صلیب کو بلند نہ کریں گے مسلمانوں کے راستوں اور بازاروں میں اپنی کتابوں اور صلیب کو ظاہر نہ کریں گے، ہم اپنے گرجوں میں ناقوس نہایت ہلکی آواز سے بجائیں گے۔مسلمانوں کی سڑکوں پر ہم اپنے مردوں کے ساتھ آگ نہ لے جائیں گے۔(یہ دفعہ مجوس کے متعلق ہے)

''اس فرمان فاروقی سے جو اصول ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ دو قوموں میں باعتبار مذہب ومعاشرت کھلا امتیاز ہونا چاہیے تاکہ ہر قوم کے حق وباطل کو اس کی اصل صورت میں پرکھا جا سکے اور ہر دو کے اصول وفصول دائرہ التباس واختلاط میں مدغم نہ رہیں جیسا کہ مذہبیات کے دائرہ میں عبادات اور شعائر مذہب میں جیسے صلیب بلند کرنا عیسائی نماز، دعا، استسقاء مجوس کا آگ نکالنا وغیرہ ان سب میں امتیاز وتفریق پیدا کر دی گئی اور ادھر معاشرت کے سلسلہ میں لباس، نام، کنیت۔سواری، سر کے بال، کلام و تکلم وغیرہ میں تفریق وتمیز دے دی گئی پھر اسی طرح فاروق اعظمؓ نے عام بلاد اسلامیہ میں ایک فرمان کے

ذریعہ یہ حکم بھی جاری کیا تھا،،۔ولا یلبسوا البس المسلمین حتی یعرفوا ۔کفار مسلمانوں کے لباس نہ پہنیں تا کہ وہ ان سے الگ پہچانے جاسکیں۔

گویا مسلمانوں کے لباس نہ پہنیں تا کہ وہ ان سے الگ پہچانے جاسکیں۔گویا قوموں کی باہمی معرفت وتمیزاسلام کا اہم مقصد تھا جس پر اسکے ابتدائی قرون میں کافی روز دیا جا تا تھا،اور یہ محض اسی لیے کہ ہر قوم اپنی قومیت پر باقی رہے اور اپنے ہی نام سے پکاری جاسکے اور اس طرح ہر قوم کی حق یا باطل خصوصیات جدا جدا دیکھی جاسکیں ۔گویا جس طرح مسلمانوں پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ کفار سے ظاہرا وباطنا مشابہت اختیار نہ کریں تا کہ اسلامی اوضاع واطوار ملتبس ہو کر مٹنے نہ پائیں اسی طرح حکومت اسلامی کفار کو بھی مجبور کرے گی کہ وہ کفر پر رہتے ہوئے مسلمانوں کا سا لباس نہ پہنیں تا کہ یہ کافرانہ ظلمت اپنی آمیزش سے اسلامی نور کو مکدر نہ بنا سکے۔ان مذکورہ فرامین فاروقی سے جہاں منع تشبہ کے متعلق ایک پائیدار روشنی دستیاب ہوتی ہے وہیں نمایاں طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا مقصد اپنی شوکت کو قائم کرنے کے ساتھ ساتھ کفر کی شوکت وعزت کو پامال کرنا بھی ہے کیونکہ اس کے نزدیک عزت وشوکت صرف اور صرف حق اور اہل حق کے لیے ہے۔

WOULD YOU LIKE TO KNOW SOMETHING ABOUT ISLAM ?

By : Mohammad M. Ahmed

Really a book that tells you everything about Islam being criticized in the western society.

The book that clears up the misconceptions and misunderstandings about Islam.

The book bridges the gap between Muslims & Non Muslims.

Published by: Crescent Book Inc. P.O.Box 786Wingdale NY 12594-1435 www.crescesnt-books.com

E.mail: info@crescent-books.com

☆اذا یئس الانسان طال لسانہ.....کسنور مغلوب یصول علی الکلب ☆